حکیم ترمذی کی خودنوشت سوانح عمری

محمد خالد مسعود

حالات زندگی

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ قدیم صوفیا میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ متقدمین کے اس گروہ میں سے ہیں جو بیک وقت کئی علوم کے جامع ہوتے تھے۔ آپ محدث، حنفی فقیہ اور صوفی تینوں حیثیتوں سے معروف ہیں۔ یوں تو آپ کی تصنیفات علوم عقلیہ و نقلیہ کی ہر صنف پر موجود ہیں۔ لیکن تصوف میں غالباً آپ ہی سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے دل کی دنیا کے گہرے رموز و اسرار پر قلم اٹھایا۔ بعد کے اکثر صوفیا نے آپ سے استفادہ کیا ہے داتا گنج بخش علی الہجویری علیہ الرحمہ (متوفی ۴۶۵ھ یا ۴۶۹ھ) آپ کے علم و معرفت کی بنا پر آپ کا ذکر بے حد احترام کے ساتھ کرتے ہیں۔ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔

شیخ با خطر و قانی از اوصاف بشر ابوعبداللہ محمد بن علی الترمذی اندر فنون علم کامل و امام بود و از مشائخ محتشم۔ بود۔ وی تخت عظم است بنزدیک من چنانکہ جملگی دلم شکار اوست بلہ

ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی با ہمت اور اولوالعزم شیخ تھے جو صفات بشری سے بے نیاز تھے۔ علم کے تمام انواع و فنون میں کامل اور امام تھے۔ مشائخ محتشم میں سے تھے۔ میں ان کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میرا دل پوری طرح ان کا شکار ہے۔

داتا گنج بخش اپنے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل فرماتے ہیں کہ

"محمد بن علی در یتیم است کہ در عالم ہمتا ندارد" ؎

(محمد بن علی ایسا نایاب ہیرا ہے جس کا ساری دنیا میں جواب نہیں)

داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں تین سے زیادہ صفحات میں حکیم ترمذی کے حالات زندگی خصوصاً ان کے صوفیانہ نظریات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نظریات کی تفصیل ہمیں کشف المحجوب کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔

ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی ماوراءالنہر کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔ مختصر سی سوانح عمری زیر نظر مخطوطہ "بدوشان" میں لکھتے ہیں۔

میں نے آٹھ سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتدا کی تھی دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم آثار اور علم رائے پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے اپنے استاد کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن تذکرہ الاولیاء کے مصنف شیخ فریدالدین عطار نے اس کی تفصیل یوں دی ہے ؎

ابو عبداللہ صغر سنی ہی میں والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے۔ بڑے ہوئے تو اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں تحصیل علم کے لئے سفر کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے انہی دنوں ان کی والدہ سخت بیمار پڑ گئیں۔ انہیں بیٹے کے ارادے کا علم ہوا تو بلا کر کہا "میرے بیٹے تم جانتے ہو میں ضعیف و لاچار ہوں میرا اور کوئی رشتہ دار نہیں تمہارے سوا کوئی میری دیکھ بھال کرنے والا نہیں تم آخر مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو؟" ابو عبداللہ بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔ ان کے دوسرے دوست سفر پر روانہ ہو گئے۔ وقت گزرتا گیا۔ ابو عبداللہ اپنی محرومی اور بے بسی پر رویا کرتے۔ ایک مرتبہ کسی مقبرہ میں بیٹھے اسی طرح گریہ کناں تھے اور کہہ رہے تھے۔ افسوس میں جاہل اور نادان پڑا رہ گیا۔ چند ہی دنوں میں میرے ساتھی علم حاصل کر کے واپس آ رہے ہوں گے۔"

اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید ریش بزرگ جن کا چہرہ نور الٰہی سے چمک رہا تھا سامنے کھڑے ہیں بزرگ نے پوچھا۔ کیوں رو رہے ہو۔ آپ نے ساری کہانی سنائی بزرگ نے کہا کیا میں نہ تمہیں ہر روز کچھ پڑھا دیا کروں۔ اس طرح تم بہت جلد اپنے ساتھیوں سے آگے

جاؤ گے۔ ابوعبداللہ فوراً رضامند ہوگئے۔ اس طرح آپ نے ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ شیخ عطار کا خیال ہے کہ یہ بزرگ خواجہ خضر علیہ السلام تھے[۵]

ستائیس سال کی عمر میں آپ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے[۶] راستہ میں عراق سے گذر ہوا۔ جہاں انہوں نے مختلف اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ میں باب ملتزم پر آپ گریہ وزاری کرتے اور استغفار کرتے اور دعا مانگتے کہ دنیا کی محبت ان کے دل سے نکل جائے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ہی آپ کو حفظ قرآن کا اشتیاق ہوا اور واپس آتا بڑھا کہ راستہ میں آپ نے بیشتر حفظ کر لیا۔ واپس آئے تو ایسے مرشد کی تلاش میں رہنے لگے، جن سے راہ ہدایت پا سکیں۔

انہی دنوں آپ کو چند صوفیا اور اہل معرفت کی صحبت نصیب ہوئی اور الانطاکی کی کتاب کا علم ہوا[۷] جس سے آپ نے تزکیہ نفس کے طریقے اخذ کئے۔ اب آپ کا زیادہ وقت صحراؤں میں عزلت گزینی اور مراقبے میں بسر ہوتا۔ ان دنوں آپ کو بہت سے رویائے صادقہ اور لطائف نورانی نظر آئے اور آپ کی طبیعت زیادہ سے زیادہ عزلت گزینی اور صحرا اور ویرانوں میں بادیہ پیمائی کی طرف مائل رہنے لگی۔ انہی دنوں آپ نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامی جامع مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حکیم ترمذی بھی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئے۔ ایک اور خواب میں دیکھا کہ ان کو ایک مجلس میں خدائے ذوالجلال کے حضور لے جایا گیا اور ان کو وہاں مغفرت کی خوشخبری سنائی گئی۔ انہوں نے اس قسم کے کئی رؤیا دیکھے کچھ عرصے کے بعد انہیں ریاضت نفس کی استعداد نصیب ہوئی۔ نفسانی خواہشات سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور عزلت کی طرف طبیعت مائل رہنے لگی۔ اکثر شام کو آپ کے ہاں اہل دل اور صاحبان معرفت کی مجلس رہتی۔ رات گئے تک اذکار و مناظرے میں مشغول رہتے۔ اور طلوع فجر تک نوافل اور دعاؤں میں مصروف رہتے[۸]

معلوم ہوتا ہے کہ حکیم ترمذی علیہ الرحمہ نے انہی دنوں میں کچھ کتابیں لکھیں جن میں آپ نے اپنے واردات کو استعارات و رموز کی صورت میں ذکر کیا۔ لیکن ترمذ کے علماء اور عوام

باتیں ناگوار گذریں اور بڑی شدومد کے ساتھ ان کی مخالفت شروع ہوئی حتیٰ کہ ان کو ترمذ سے ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ ان کے اکثر سوانح نگار لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے عقائد عامہ سے ہٹ کر کچھ نظریات پیش کئے جن کی پاداش میں ان کو شہر ترمذ سے نکالا گیا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ اولیا کو انبیا سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی دلیل میں وہ مشہور حدیث یغبطھم النبیون والشھداء[۱] (انبیا اور شہدار ان پر رشک کرتے ہیں۔ علامہ السبکی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے یہ الزام لگایا کہ حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ لفظ غبطہ (رشک) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیا انبیائے سے افضل ہیں[۲] کیونکہ اگر اولیار کی انبیا پر افضلیت تسلیم نہ کی جائے تو لفظ "رشک" کا استعمال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تاہم علامہ تاج الدین سبکی نے اس الزام کی شدت سے تردید کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کوئی صاحب ایمان کسی غیر نبی انسان کو انبیار پر افضل قرار نہیں دے سکتا۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ شیخ سلمی نے لکھا ہے کہ لوگوں نے غلبا حکیم ترمذی کی بات کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اور غلط مطلب نکال کر ان پر الزام لگائے ہیں[۳]

اپنی خود نوشت سوانح عمری میں حکیم ترمذی خود اس الزام کی تردید یوں فرماتے ہیں۔

وصار الامر الی ان سعی بی الی والی بلخ و وردوا البلاد من عنده حتی یبحث عن ھذا الامر ورفع الیہ ان ھھنا من یتکلم فی الحب و یفسد الناس و یبتدع و یدعی النبوۃ، وتقولوا علی مالم یخطر ببالی قط، حتی صرت الی بلخ وکتب علی قبالۃ ان لا یتکلم فی الحب وکان ذلک من اللہ تبارک اسمہ سببا لتطھیری[۴]

بات یہاں تک بڑھی کہ والی بلخ سے میری شکایت کی گئی اور مزید آزمائش اس کی طرف سے یہ آئی کہ اس نے معاملے کی تفتیش کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اسے یہ بات پہنچائی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جو "حب" محبت کی باتیں کرتا ہے۔ لوگوں میں فساد ڈالتا ہے نئی نئی باتیں نکالتا ہے اور نبوت کا مدعی ہے، الغرض انہوں نے وہ سب کچھ کہا جس کا میرے دل پر کبھی شائبہ بھی نہیں گذرا تھا[۵] چنانچہ مجھے بلخ لے جایا گیا اور وہاں

مجھ سے یہ اقرارنامہ لکھوایا گیا کہ میں آئندہ محبت کے بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا (لیکن ہوا یہ کہ) یہ بات اللہ تبارک اسمہ کی طرف سے میری تطہیر و پاکیزگی کا باعث بن گئی۔

اکثر مورخین یہی لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی بلخ آئے تو یہاں کے لوگوں نے بڑا پرجوش خیر مقدم کیا اور ان کو پورے احترام و وقار کے ساتھ شہر میں لے جایا گیا۔ کیونکہ لوگوں نے دیکھا کہ حکیم علیہ الرحمہ کے نظریات و عقائد ان کے معتقدات کے بالکل مطابق تھے۔[۱۴]

لیکن "ہندوستان" کے مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ نہیں تھی۔ بلکہ بلخ میں اس لئے بلایا گیا کہ وہاں ان پر کڑی نظر رکھی جا سکے۔ جیسا کہ حکیم ترمذی لکھتے ہیں کہ وہاں ان سے قبالہ لکھوایا گیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مورخین کے ہاں لفظ تقبلوہ نے کافی مغالطہ پیدا کیا ہے غالباً سب سے پہلے یہ قبالہ لکھوانے کے معنوں میں استعمال ہوا۔ لیکن بعد والوں نے اسے قبول کے معنوں میں لیا اور اس طرح مغالطہ بڑھتا چلا گیا۔ اس حقیقت کو تاریخی حقائق سے ملا کر دیکھا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ بلخ اس علاقہ کا پایہ تخت تھا۔ اور ترمذ اس کے ماتحت تھا۔ چنانچہ یہ بات بعید از فہم معلوم ہوتی ہے کہ ایک ماتحت علاقے سے اسی حکومت کے حکم سے کسی ناپسندیدہ شخصیت کو نکالا جائے۔ اور پایہ تخت میں اس کا استقبال کیا جائے۔

انہی دنوں ملک میں ایک فتنہ برپا ہوا۔ حکیم ترمذی کے مخالفین کو شکست و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت کا تخت الٹ گیا اور حکیم کے سارے دشمن تتر بتر ہو گئے۔[۱۵]

حکیم ترمذی کی آزمائشوں کا دور ختم ہوا۔ سابقہ عزت و احترام عود کر آیا۔ آپ کے مداحین آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ غالباً انہی دنوں آپ کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ حکیم سے کہو۔ ان الامیر یامرک ان تعدل (امیر کا حکم ہے کہ تم عدل کرو۔) کچھ عرصہ بعد شہر کے معززین آپ کے گھر آئے اور معذرت کی۔ اس کے بعد وہ سب حکیم علیہ الرحمہ کو مسجد میں لے گئے جہاں سب لوگوں نے خدائے غفور کے حضور اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کیا اور توبہ و استغفار کی۔

بہت جلد ان کے ہاں شاگرد جمع ہونے لگے۔ ان کے مواعظ و خطبات لوگوں کے دلوں

میں گھر کر لئے اور اس طرح اب انہیں اپنے نظریات و عقائد کی تشریح و تبلیغ کا موقع ملا جس سے بتدریج ان کی عزت و شہرت کو استحکام حاصل ہوتا گیا[16]

تاریخ وفات

تاریخ ولادت کی طرح حکیم ترمذی کی صحیح تاریخ وفات بھی معلوم نہیں۔ مورخین بھی لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات اسی[17] یا نوے[18] برس کی عمر میں ہوئی۔ دارا شکوہ[19] نے ان کی تاریخ وفات ۲۵۵ھ بیان کی ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ۲۸۵ھ کہا ہے[20] کلاباذی کا جو مقابلتہً متقدمین میں سے ہیں خیال ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے تھے[21] علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ حکیم ترمذی ۲۸۵ھ میں نیشاپور میں درس حدیث دیتے تھے[22] ابن حجر نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حکیم ترمذی یقیناً ۳۲۰ھ تک زندہ رہے ہوں گے۔ کیونکہ مشہور محدث الانباری[23] کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ۳۱۸ھ میں حکیم ترمذی کے حلقۂ درس حدیث میں شرکت کی[24] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مورخین کو آپ کے ہم عصر مشہور محدث امام ابوعیسیٰ ترمذی (مشہور مجموعۂ حدیث جامع الترمذی کے مؤلف) کی تاریخوں سے تشابہ ہوا ہے ان کی تاریخ وفات کے بارے میں بھی کافی اختلاف موجود ہے۔ ۲۷۰ھ، ۲۷۵ھ۔ اور ۲۷۹ھ مختلف سنین میں ان کی وفات بیان کی گئی ہے[25] حکیم ترمذی کی خود نوشت سوانح عمری میں جو اس مقالہ کا موضوع ہے، فقط ایک تاریخ درج ہے۔ آخری عشرہ ذوالقعدہ ۲۶۹ھ[26]۔ اس مخطوطے میں ان واقعات کی بعض تفصیلات کا بھی ذکر ہے جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں)۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کو اپنی مشہور کتاب "ختم الولایہ" کی وجہ سے سخت ابتلا کے دور سے گذرنا پڑا[27]۔ ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ مخطوطہ یقیناً کتاب الولایہ کے بعد لکھا گیا اور چنانچہ اس صورت میں یہ کسی طرح بھی ان کے اوائل حیات کی تصنیف نہیں ہوسکتی[28] اب ہم تاریخ وفات کے تعین کی کوشش کرتے ہوئے ایک ایک تاریخ کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ۲۵۵ھ تو صریحاً غلط ہے کیونکہ مخطوطہ میں اس کے چودہ سال بعد کی تاریخ (۲۶۹ھ) درج ہے۔

۳۱۸ھ اور ۳۲۰ھ بھی صحیح نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حکیم ترمذی نے ۸۰ یا ۹۰ برس کی عمر میں وفات پائی تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انھوں نے یہ مخطوطہ تیس چالیس برس کی عمر میں لکھا اور اگر یہ مان لیا جائے تو ان کی کتاب "ختم الولایہ" اس سے بھی پہلے کی تصنیف ٹھہرتی ہے جو ان کے تذکرہ نگاروں کے بیان کے قطعاً منافی ہے کہ یہ کتاب ان کی اواخر عمر کی تصنیف ہے۔

غرض حکیم ترمذی کی ممکنہ تاریخ وفات ۲۹۶ھ ہی ہے[۹] اس لحاظ سے یہ مخطوطہ اس وقت لکھا گیا جب کہ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی بفرضیکہ آپ نے نوے برس کی عمر میں وفات پائی ہو اور اس سال کی عمر میں وفات پائی ہو تو اس تصنیف کے وقت ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

تصانیف

آپ کی تصانیف سے اہل قلم صوفیا بے حد متاثر ہوئے اور اکثر نے ان سے استفادہ کیا۔ ماسینون لکھتے ہیں حکیم ترمذی کے بعد کے تصوف پر جو گہرے اثرات ہوئے اس میں ان کے شاگردوں کے بجائے ان کی تصنیفات کا زیادہ حصہ ہے[۱۰] ایک جگہ مزید لکھتے ہیں:۔

"آپ کی تصنیفات کو بہت زیادہ نقل کیا گیا ہے۔ ابن عربی نے اپنی تصنیف "فتوحات" میں ترمذی کی کتاب "ختم الولایہ" سے ولایت پر ۱۵۵ سوال نقل کئے ہیں۔ امام غزالی نے احیاء علوم الدین کے تیسرے حصے میں حکیم کی کتاب "الاکیاس" کا بیشتر حصہ نقل کر دیا ہے۔ ابن قیم نے کتاب الروح میں حکیم کی "فروق" سے پیرے کے پیرے نقل کئے ہیں"[۱۱]

حکیم ترمذی کی بیشتر تصانیف ابھی تک مخطوطات کی صورت میں پڑی ہیں۔ ماسینون سے پہلے تک تو یہ حالت تھی کہ ان مخطوطات کا وجود بھی مختلف کتابوں میں ان کے ناموں کے تذکرے تک تھا لیکن بعد کے علماء کی چھان بین اور جدوجہد سے مخطوطے دریافت ہو چکے ہیں۔ ان کی تمام تصانیف جو ابھی تک معلوم ہو سکی ہیں ۷۵ کے لگ بھگ ہیں[۱۲] ان میں سے بیشتر مختلف موضوعات پر رسائل ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں چھپ کر منظر علم پر آ چکی ہیں۔

۱۔ نوادر الاصول (فی معرفتہ اخبار الرسول) مطبوعہ استنبول ۱۲۹۳ھ)
اس کا ایک اور ایڈیشن شرح اور حاشیہ کے ساتھ "مرقاۃ الوصول الی نوادر الاصول" کے نام سے شائع ہوا۔

۲۔ کتاب الریاضۃ و ادب النفس (قاہرہ ۱۹۴۷) تحقیق۔ اے۔ جی آربری اور علی عبد القادر۔

۳۔ بیان الفرق بین الصدر و القلب و الفؤاد و اللب
تحقیق۔ ڈاکٹر نقولا ہیر (قاہرہ ۱۹۵۸)

۴۔ ختم الولایہ۔
یہ کتاب ختم الاولیاء کے نام سے عثمان اسمعیل یحیٰی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے (مطبعہ کاثولیکیہ، بیروت ۱۹۶۵) اس رسالہ میں بدوشان بھی شامل ہے۔

۵۔ ختم الولایہ
یہ کتاب ختم الاولیاء کے نام سے
ریوسٹا دیگلی سٹڈی اورنیتالی (رسالہ بزبان اطلی) جلد ۱۸۔ ص ۳۱۵-۲۷ (۱۹۴۰ء)

۶۔ حقیقۃ الآدمیۃ
تحقیق عبد المحسن الحسینی۔ مطبوعہ "مجلہ کلیات الآداب" اسکندریہ یونیورسٹی جلد سوم (۱۹۴۶) ص ۵۰-۸۰۸

مخطوطہ

حکیم ترمذی کی خود نوشت سوانح عمری بعنوان بدو شان ابی عبد اللہ کا ابھی تک صرف ایک ہی نسخہ معلوم ہے جو اسمٰعیل صاحب (نمبر ۱۵۷۱/۹ کے ہاں محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ رسائل ترمذی (اسماعیل صاحب نمبر ۱۵۷۱) کا ایک حصہ ہے اس مجموعہ کی روٹوگراف کاپی کے جو ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی کی لائبریری میں موجود ہے۔ صفحہ ۲۲ اور ۶۰م پر کاتب کی تحریر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا مجموعہ ۵۹۳ھ میں ماہ صفر اور

رجب میں ابوالحسن بن محمود نے حلب میں لکھا۔[۳۰]

اس مخطوطہ کا کاتب غالباً فارسی سے ناواقف تھا چنانچہ مخطوطہ میں جہاں کہیں فارسی الفاظ اور جملے آئے ہیں ان کو صحیح نہیں لکھا گیا اور اکثر بدقت تمام بھی صحیح پڑھے نہیں جاسکتے یہ مخطوطہ مجموعۂ "رسائل ترمذی" اسماعیل صاحب نمبر ۱۷ ۱۵/۱- ۱۱ کا نمبر ۹ ہے۔ مجموعے میں حکیم ترمذی کے مندرجہ ذیل رسائل شامل ہیں۔

۱- کتاب الریاضۃ

۲- بیان العلم

۳- مسائل فی النیۃ

۴- جواب کتاب من الری

۵- الاکیاس والمغترون

۶- اجوبۃ المسائل

۷- الفرق بین الآیات والکرامات

۸- کتاب الحقوق

۹- بدوشان

۱۰- مسائل التعبیر

۱۱- منازل المقاصدین

مخطوطہ نسخی رسم الخط میں ہے۔ اور ہر صفحہ انیس سطور پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کو اس لحاظ سے خصوصی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں مصنف کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ایسی معلومات ہیں جو دوسرے مآخذ میں نہیں ملتیں۔ اس رسالہ کا خلاصہ اولاً پروفیسر عثمان یحییٰ نے اپنے مقالہ لورغے د ترمذی (رسائل ترمذی میں پیش کیا۔

میلانثرے لوئی ماسینوں جلد سوم صفحات ۱۱ام۔ ۵۰ مطبوعہ دمشق ۱۹۵۷ء) اس کے بعد سٹانفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر نقولا ہیر نے اپنے مقالہ حکیم ترمذی کے بارے میں کچھ سوانحی اور کتابیاتی اشارات" میں ان معلومات کا خلاصہ پیش کیا۔ یہ مقالہ مطبوعہ لندن ۱۹۶

صفحات ۱۲۱-۱۳۴ (عالمِ اسلام) کی اس جلد میں شامل ہے جو پروفیسر کے حتی کے نام معنون ہے۔

موضوع

اپنی ابتدائی زندگی اور ان آفات و مصائب کی طرف اشارہ کر کے جو انہیں بلخ میں پیش آئیں اور جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ حکیم ترمذی نے اپنی قلبی واردات اور روحانی منازل کی تفصیل درج کی ہے۔ یہ تمام حصہ رویاء کی صورت میں لکھا گیا ہے جو اکثر ان کی اہلیہ نے دیکھے۔ پہلے خواب میں ایک فرشتہ ان کی اہلیہ کو کہتا ہے کہ وہ حکیم ترمذی کو نصیحت کریں کہ وہ لایعنی باتوں سے پرہیز کریں[34] ایک اور خواب میں زبان کی پاکیزگی کا حکم دیا جاتا ہے[35] ایک خواب میں فرشتہ وضاحت کرتا ہے رضا اور قناعت محض صوم و صلوٰۃ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ طہارتِ قلب سے حاصل ہوتی ہے[36] ایک اور خواب میں وہ ایک خشک لمبا درخت دیکھتی ہیں جس کے نچلے حصہ میں ایک پرندہ ہے جو اوپر کی طرف آہستہ آہستہ اڑ رہا ہے اور جس جس شاخ سے گذرتا ہے وہ سبز ہو جاتی ہے۔ درحقیقت یہ درخت ایمان کی رمز ہے اور پرندہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو ظاہر کرتا ہے[37]

رسالے کے آخری حصے میں ایک بہت ہی اہم خواب درج ہے۔ حکیم کی اہلیہ دیکھتی ہیں کہ ایک ترک امیر کے لشکر کے اچانک داخل ہو جانے سے ملک کے سب لوگ سخت پریشان ہیں۔ آگے بڑھ کر پوچھتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ جب تک چالیس آدمی جن میں حکیم ترمذی بھی شامل ہوں امیر کے حضور میں پیش نہیں ہوں گے یہ ملک محفوظ نہیں۔ چنانچہ حکیم ترمذی انتالیس آدمیوں کو ساتھ لے کر امیر سے ملتے ہیں اور عام معافی دے دی جاتی ہے[38] معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب میں حکیم کے "نظریہ اربعین" کی طرف اشارہ ہے۔

اس رسالے میں حکیم کے تین مریدوں کے خواب دیکھنے کا بھی ذکر ہے جن کے نام ابوداؤد خیاط[39]۔ احمد بن جبریل بزاز[40] محمد بن نجم خباب[41] ہیں۔

حکیم ترمذی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کچھ عرصہ زوالِ آفتاب کے بعد اور علم تربیت کے

دیگر حسابات سیکھنے میں مشغول رہے۔ خصوصاً اصطرلاب کے استعمال میں کافی دسترس حاصل کرلی تھی[۴۲]

بعض خواب جن میں فارسی کلمات تھے اس مخطوطے میں درج نہیں کئے گئے۔ بہرکیف یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حکیم ترمذی کو منازل تصوف میں اوراد و تلقین ان کی اہلیہ کی معرفت موصول ہوئے تھے۔ خود بھی ان واردات سے گذر رہی تھیں۔ ان کی اہلیہ پر بھی اسمائے الٰہی کے تمام انوار یکے بعد دیگرے منکشف ہوتے تھے[۴۳] ان رویاء میں حکیم ترمذی کو تین صفات الٰہی عظمت، جلال اور بہا کا خصوصی علم عطا کیا گیا[۴۴]

آخر میں حکیم کی اہلیہ پر اسم لطیف کے انوار منکشف ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ رسالہ ختم ہوتا ہے[۴۵]

حوالہ جات

ا؎ بعض اصحاب جرح نے حکیم ترمذی کے محدث ہونے نہ ہونے میں کلام کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی قاضی کمال الدین ابن العدیم مصنف تاریخ حلب کے حوالے (الملحمۃ فی الرد علی ابی طلحہ) سے لکھتے ہیں کہ

وهذا الحكيم الترمذي لم يكن من اهل الحديث، ولا رواية له، ولا علم له بطرقه وصناعته وانما كان فيه الكلام على اشارات الصوفية والطرائق ودعوى الكشف عن الامور الغامضة والحقائق حتى خرج في ذلك عن قاعدة الفقهاء واستحق الطعن عليه بذلك والازراء، وطعن عليه ائمة الفقهاء والصوفية، واخرجوه بذلك عن السيرة المرضية، وقالوا انه ادخل في علم الشريعة ما فارق به الجماعة وملأ كتبه الفظيعة بالاحاديث الموضوعة وحشاها بالاخبار التي ليست بمروية ولا مسموعة وعلل فيها جميع الامور الشرعية التي لا يعقل معناها بعلل ما اضعفها وما اوهاها۔

تاہم علامہ ابن حجر کو اس رائے سے مکمل اتفاق نہیں وہ کہتے ہیں۔ ابن العدیم نے حکیم پر

جرح میں مبالغہ کیا ہے لیکن ان کی شہرت اور عظمت کے باوجود مجھے ان کی زندگی کے بارے میں تسلی بخش معلومات نہیں مل سکیں۔"

لسان المیزان (حیدرآباد ۱۳۳۱ھ) جلد ۵ صـ ۳۰۸

۲ - علی الہجویری، کشف المحجوب، انگریزی ترجمہ آر۔ اے نکلسن (لندن ۱۹۱۱) ص ۱۴۱

۳ - متن بدوشان ابی عبداللہ ورق ۲۰۹ ب

۴ - اے، جے آربری نے شیخ عطار کے اس بیان پر کہ حکیم ترمذی بچپن میں ہی والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے تھے۔ گرفت کی ہے۔ وہ علامہ تاج الدین السبکی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے اپنے والد سے حدیث کی روایت کی ہے (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد دوم صـ ۲۰)

حکیم ترمذی کی اپنے والد سے اپنی کتاب ریاضۃ النفس اورادب النفس تحقیق ڈاکٹر آربری اور ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر۔ مطبوعہ مصطفیٰ البابی ۱۹۴۷) میں صفحات ۲۰، ۸۱، ۱۳۷ اور ۱۵۵ پر مروی احادیث درج ہیں۔

۵ - تذکرۃ الاولیاء تحقیق ڈاکٹر نکلسن، جلد دوم، صـ ۹۱-۹۲

۶ - بدوشان، ورق ۲۰۹ ب

۷ - شیخ السلمی نے "طبقات الصوفیہ" (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۳ صـ ۱۳۷-۱۴۵) پر دو انطاکیوں کا ذکر کیا ہے۔ ابوعبداللہ احمد بن عاصم الانطاکی اور عبداللہ بن خبیق الانطاکی حکیم ترمذی جن الانطاکی کا ذکر کر رہے ہیں، وہ غالباً ابوعبداللہ احمد الانطاکی ہیں۔ کیوں کہ الفرق بین الآیات والکرامات (روٹوگراف کاپی، لائبریری ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی) کے صفحہ نمبر ۲۴۹ پر انہی کا ذکر موجود ہے۔

عثمان اسماعیل یحییٰ ختم الاولیاء کا توبکیہ بیروت ۱۹۶۵ ص ۱۵ نے حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں الانطاکی سے مراد احمد بن عاصم ہے اور یہ کتاب غالباً "علوم المعاملات" ہے۔

چوہدری عبدالعزیز سیکرٹری ٹیرف کمیشن کراچی کی تحقیق یہ ہے کہ حکیم ترمذی کو جو

کتاب ملی وہ رسائل کتاب الخلوۃ والتنقل فی العبادۃ ودرجات العابدین تھی جو غلط طور پر مجلسی سے منسوب کی جاتی ہے۔

۵۸- بدوشان- اوراق ۲۱۰ ا- ۲۱۱ ا

۵۹- حکیم ترمذی نے الفرق بین الآیات والکرامات (روٹوگراف مخطوطہ اسماعیل صائب ۴/۱۵۷ ورق نمبر ۱۵۷ ا) پر اس حدیث کو مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے۔

والاخبار المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عباداً لیسوا بانبیاء ولا شہداء یغبطہم النبیون والشہداء بمکانہم من اللہ یوم القیامۃ ثیابہم نور ووجوہہم نور علی منابر من نور لا یفزعون اذا فزع الناس ولا یخافون اذا خاف الناس۔

ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون، قیل من ہم یا رسول اللہ؟ قال: قوم من قبائل شتی لم تصل بینہم ارحام تحابوا فی جلال اللہ۔

فمن باھا اللہ بہ ملائکتہ ایام الدنیا، ومکین لہ یوم القیامۃ علی منبر النور قائل ھذا منکر لہ احمق۔

۶۰- وقالوا انہ یقول: ان الاولیاء خاتماً کما ان الانبیاء خاتماً وانہ یفضل الولایۃ علی النبوۃ واحتج بقولہ علیہ السلام یغبطہم النبیون والشہداء وقال: لو لم یکونوا افضل منہم لم یغبطوھم۔

۶۱- ایضاً اعتذر السلمی عنہ ببعد فہم الفاہمین (قلت) ولعل الامر کما زعم السلمی، والا فانما نقل بسلم انہ یفضل بشراً علی الانبیاء علیہم السلام۔

۶۲- بدوشان: ورق ۲۱۱ الف

۶۳- حکیم ترمذی کی تحریروں کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم ترمذی پر یہ الزام کہ وہ ولایت کو نبوت سے افضل سمجھتے تھے صریحاً غلط ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں

ا۔ وجنات عدن محل الانبیاء علیہم السلام والفردوس محل الاولیاء وھی الغرف وھی سرۃ الجنۃ بحیال باب العرش فتوھموا ان تلک لمنازل الانبیاء علیہم السلام لا یبلغھا غیرھم فاعلم ان ذلک لیست بمنازل الانبیاء علیہم السلام و انما ھومنازل الاولیاء والانبیاء فوقھم لان درجۃ النبوۃ اعلی۔

" نوادر الاصول " ص ۲۷۳ بحوالہ ڈاکٹر نقولا ہیر، حکیم ترمذی کے بارے میں کچھ سوانحی اور کتابیاتی اشارات مشمولہ دی ورلڈ آف اسلام (مطبوعہ لندن ۱۹۶۰ء) ص ۱۲۷

(ب) اعلم ان للنبوۃ واربعون جزءا ولا تکون ھذا الاجزاء الا للنبی ومن کان لہ فی ھذہ الاجزاء جزئین او ثلثۃ علی الحقیقۃ یکون صاحبہ من الاولیاء یقوم بہ الدنیا۔

معرفتہ الاسرار: ورق ۱۴۷ بحوالہ ڈاکٹر نقولا ھیر محولہ بالا

ج۔ والنبی دون الرسول بدرجۃ والمحدث دون النبی بدرجۃ وللرسول درجۃ الرسالۃ وللنبی درجۃ النبوۃ وللمحدث درجۃ الحدیث

ادب النفس، ص ۱۱۲ مصطفی البابی، ۱۹۴۷

د ۔ مندرجہ ذیل سوالات الجواب المستقیم عما سئل عنہ الترمذی الحکیم میں شامل ہیں۔ جسے کتاب الریاضۃ وادب النفس کے دیباچہ سے نقل کیا گیا ہے۔

این مقام الانبیاء من الاولیاء

ما فضل بعض النبین علی بعض وکذلک الاولیاء

قولہ ان للہ عبادا لیسوا بانبیاء یغبطھم النبیون بمقامھم وقربھم الی اللہ

نظریہ "ولایت" کے بارے میں العفیفی نے یوں تصریح کی ہے

ابن عربی کے ہاں "ولی" کی اصطلاح رسول اور نبی کو بھی شامل ہے۔ ان کے نزدیک "ولایت" تمام روحانی منازل و ارادت کی بنیاد ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انبیا میں ولایت نبوت سے زیادہ کامل ہوتی ہے "

ملاحظہ ہو کتاب الریاضۃ ص ۲۱ اور العفیفی ابن عربی کا فلسفۂ تصوف انگریزی ۹۴-۹۵

شیخ الہجویری نے حکیم ترمذی کے نظریۂ ولایت کو کشف المحجوب (صفحات ۱۷۷-۱۷۹) میں پوری تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"ان کے نظریات کی بنیاد "ولایت" پر تھی۔ وہ ولایت کی نوعیت، خصوصیات اور اولیاء کے مدارج اور ان کے مناصب کے نظام کو تفصیل سے بیان کیا کرتے تھے چنانچہ ان کے نظریات سے آگاہی کے لئے سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اولیا ہیں جنہیں اس نے تمام لوگوں میں سے چنا ہے اور جن کے نفوس کو آلائش و علائق دنیوی سے پاکیزہ کیا ہے۔ اور ہر ایک کا ایک درجہ مقرر کیا ہے اور ہر ایک کے لئے تصوف کے معانی کے دروازے کھولے ہیں محمد بن علی کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ ولایت کی اصطلاح کا اطلاق طریقت و تصوف پر کرتے تھے اور ان کے رموز کی وضاحت کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خداوند تعالیٰ نے ان اولیاء کو دنیا میں اپنی سلطنت کے امراء کے طور پر منتخب کیا ہے اور انہیں ذریعہ اپنے تصرفات کا ظہور کر کے ممتاز کیا ہے اور ان کو خاص طور پر مختلف قسم کی آیات و کرامات عطا کی ہیں ان کو فطری ملوثات سے پاک کیا ہے، نفسانی خواہشات اور غلبۂ بہیمت سے ان کو منزہ کیا ہے حتیٰ کہ ان کے خیالات خدا کے خیالات ہیں اور ان کا خداوند تعالیٰ سے انتہائی قرب ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فیضان نبوت کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے اولیاء کو منتخب کیا ہے جن کے ذریعے شہادت نبوت ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ تاکہ حقیقت محمدیہ کی صداقت کے آثار و آیات کھلی آنکھوں دکھائی دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان اولیا کو کائنات میں اپنے حاکم مقرر کیا ہے۔ وہ کلیتہً اسی کے کام میں مشغول رہتے ہیں اور اپنی جملہ نفسانی خواہشات سے باز رہتے ہیں۔ ان کی دعاؤں اور برکتوں سے آسمان سے بارش آتی ہے اور ان کی زندگی کی پاکیزگی کی بنا پر زمین سے پودے اگتے ہیں اور انہی کے روحانی تصرفات اور فیوض سے مسلمان کافروں پر فتح پاتے ہیں ان میں چار ہزار پوشیدہ ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو بھی نہیں جانتے اور اکثر اپنی اس حالت سے خود بھی واقف نہیں ہوتے اور ہر حالت میں اپنے آپ سے اور جملہ بنی آدم سے مخفی رہتے ہیں لیکن ان میں جو اہل حل وعقد ہیں، وہ دربار خداوندی کے منصب دار ہیں۔ ان کی تعداد تین سو

ہے ان کو اخیار کہتے ہیں ان میں سے پھر چالیس ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے سات ہیں جو نقبا ہیں اور ان میں سے ایک قطب ہوتا ہے جسے غوث بھی کہتے ہیں۔

نظریۂ ولایت کے بانی حکیم محمد بن علی کا عقیدہ تھا کہ معجزات و کرامات بے خودی کی حالت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اللہ نے کائنات پوری طرح انہی کے تصرف میں دے رکھی ہے۔ لہٰذا ان کے فیصلے انتہائی مستحکم اور مبنی بر عدل ہونے چاہئیں اور ان کے دل انتہائی نرم ہونے چاہئیں۔ جو خدا کی جملہ مخلوقات میں کوئی تمیز نہ کریں۔ تاہم اولیاء تمام زمانوں میں اور تمام حالات میں انبیاء کے ماتحت ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہی کے اغراض و مقاصد اور شرائع کی تکمیل کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ انبیا بہر طور اولیا سے افضل ہیں کیونکہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہے۔ مزید برآں انبیا داعی اور امام ہوتے ہیں اور اولیا ان کے پیرو ہوتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا قطعاً بعید از قیاس ہے کہ ایک امام کا پیرو کار اپنے امام سے افضل ہو۔

۱۴- ملاحظہ ہو تاج الدین السبکی "طبقات الشافعیہ" محولہ بالا کی مندرجہ ذیل عبارت۔

قال ابو عبد الرحمٰن السلمی نفوہ من ترمذ واخرجوہ منھا وشھدوا علیہ بالکفر..... فجاء الی بلخ فقتلوہ فقبلوہ بسبب موافقۃ ایاھم علی المذھب

اور لسان المیزان محولہ بالا کی مندرجہ ذیل عبارت

قال السلمی۔ وقیل انہ ھجر بترمذ فی آخر عمرہ بسبب تصنیفہ کتاب ختم الولایۃ وعلل الشریعۃ، قال فحل الی بلخ فاکرموہ لموافقتہ لھم فی المذھب یعنی الرای

۱۵- غالباً یہ ۲۰۶ء کا ذکر ہے جب کہ ختلیوں سے یعقوب بن لیث صفاری نے بلخ چھینا اور یہاں صفاریوں کی حکومت ہوئی۔

۱۶ بدوشاں، ورق ۲۱۲ ب

۱۷ الذہبی "تذکرۃ الحفاظ" طبع ثانی (حیدرآباد ۱۳۳۳ھ) جلد دوم، صفحہ ۳۱۰

۱۸ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، محولہ بالا، جلد پنجم، ص ۳۱۰

۱۹ دارا شکوہ "سفینۃ الاولیا" (نول کشور ۱۸۷۲)، ص ۱۲۹

۲۰ السبکی، محولہ بالا، ص ۲۰

۲۱ التعرف لمذہب اہل التصوف (دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۶۰ء) ص۳۲

۲۲ السبکی، محولہ بالا ص۲۰

۲۳ غالباً حکیم کی مراد محمد بن القاسم بن بشار ابو بکر الانباری متوفی ۳۲۸ھ ہیں جو مشہور راویٔ حدیث ہیں۔

۲۴ ابن حجر، محولہ بالا ص۳۱۰

۲۵ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ (حیدرآباد ت۔ن) جلد دوم ص۲۰۹ میں ۲۷۹ھ درج ہے۔

۲۶ بدوشاں، ورق ۲۱۷۔ الف

۲۷ السبکی ص۲۰

۲۸ ابن حجر محولہ بالا جلد ۵ ص۳۰۸

۲۹ ابن حجر محولہ بالا

۳۰ التعرف (ص۳۰۸) کے مصنف نے اسی تاریخ کو تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں۔

والمرجح انہ مات حوالی سنۃ ۲۹۶ھ

۳۱ ڈاکٹر آربری بھی اسی تاریخ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب الریاضۃ ص۱۱

30- Essai sur les Origines du Lexique technique de la Mystique musulmane, 2nd ed. (Paris, 1954), p. 264. Quoted by Nicholas L. Heer, Some Biographical and Bibliographical Notes on al-Hakim al-Tirmidhi in The World of Islam (London 1960), p. 127. 31. Louis Massignon. Lexique, pp. 259-62, and Recueil de textes inedits concernant l'histoire de la mystique en pays d'Islam (Paris, 1929) pp 33-6-253-4. quoted by Nicholas L. Heer.

۳۲ - ان کی تصانیف کے بارے میں معلومات مندرجہ ذیل ماخذ سے لی گئی ہیں۔

۱- کتاب الریاضۃ وادب النفس (محولہ بالا)

۲- بیان الفرق بین الصدر والقلب۔ تحقیق ڈاکٹر نقولا ھیر

عیسیٰ البابی، ۱۹۵۸)

۳- "عالم اسلام" (انگریزی) محولہ بالا، مطبوعہ لندن ۱۹۴۰

۴- برکلمان جلد اول ص۱۹۹ اور ملحقہ جلد اول ص ۳۵۵

۵- رسائل ترمذی (فرانسیسی)، مشمولہ در متفرقات لوئی ماسینون (فرانسیسی) جلد سوم دمشق ۱۹۵۶

۳۳ - عبارت مندرجہ ذیل ہے -

(P.22) بحمد اللہ ومنہ وعونہ سہل اللہ المعونة علی ما فیہ بفضلہ وکرمہ فی یسر و عافیة وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وسلم کثیرا دائما ابدا۔ وفرغ منہ فی العشر الثالث من صفر سنة ثلث وتسعین وخمسمائة الفقیر الی رحمة ربہ عبد المحسن بن محمود رحمہ اللہ تعالی بمحروسة حلب، حامد اللہ وسبحانہ ومصلیا علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم

(P.460) انتہی بحمد اللہ ومنہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ وسلم تسلیما کثیرا۔ وکان الفراغ من تسطیرہ لثلاث خلون من شہر اللہ الاصب رجب سنة ثلاث وتسعین وخمسمائة

۳۴ - بدوشاں،	ورق	۲۱۲ ب	
۳۵ ایضاً	ورق	۲۱۳ الف	
۳۶- "	"	۲۱۳ ب	
۳۷- "	"	۲۱۴ الف	
۳۸- "	"	۲۱۵ ب	۲۱۶ الف، ۲۱۹ ب ۲۱۷ الف
۳۹- "	"	۲۱۵ الف	
۴۰ "	"	۲۱۵ ب	
۴۱ "	"	۲۱۵ ب	
۴۲ "	"	"	
۴۳ "	"	۲۱۷	
۴۴ "	"	۲۱۷ ب	
۴۵ "	"	۲۱۸ الف	